محمد عابد نفیسی

مقالہ

جمہوریت ایک ناکام ترین نظام ہے۔

چندماہ پیشتر تحریکِ طلباء اسلام نے درج بالاعنوان پر ایک تحریری مقابلے کا اہتمام کیا تھا۔ذیل کا مضمون اس مقابلہ میں اوّل قرار دیا گیا۔جسے افادۂ عام کے لئے ہدیۂ قارئین کیا جارہا ہے(ادارہ)

ہم اس وقت خود غرضی اور اقتدار پرستی کے دور سے گذر رہے ہیں جو زیادہ تر جمہوری نظام حکومت میں نشوونما اور منازلِ ارتقا طے کرتا ہے۔ اس وقت دنیا میں تین قسم کے نظام ہائے حکومت پائے جاتے ہیں۔

(۱) اسلامی حکومت (۲) جموری حکومت (۳) اشتراکی حکومت

اسلامی نظام میں اقتدارِ اعلیٰ صرف اللہ جل شانہ کو حاصل ہے۔ کسی فرد یا جماعت کو حاصل نہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے کہ:

اللہ کے سوا کسی کی حکومت نہیں۔ ساری قوت اللہ ہی کے لئے ہے۔ آسمانوں اور زمین پر اللہ ہی کا قبضہ ہے اور نہ اس کے احکامات میں کسی کو ردّو بدل کا اختیار ہے۔ قرآن کریم میں ہے

ولم یکن لہ شریک فی الملک

لا یشرک فی حکمہ احداً

یعنی سلطنت میں اللہ کا کوئی شریک نہیں۔ اللہ کے حکم میں (بھی) کوئی شریک نہیں۔

نظام اسلام ایک ایسا نظام حیات ہے۔ جو زندگی کے ہر پہلو اور ہر شعبہ کو محیط ہے۔ اور اسی سے عوام کو خدمت و ہدایت۔ محبت و اخوت، حریت و مساوات، امانت و دیانت اور اطاعت و عدالت کا سبق ملتا ہے۔ اسی میں ہر ایک کے حقوق و فرائض مقرر ہیں۔ جن میں کسی کو ردّو بدل یا کمی بیشی کا اختیار نہیں۔ یہی قرآن قانونِ امنِ عالم کا ذمہ دار اور ضامن ہے۔ جو عوام و خواص کو ایک مرکز پر جمع رکھتا ہے کسی قسم کا فتنہ و فساد یا انتشار و افتراق پیدا نہیں ہونے دیتا۔

یونانیوں نے دنیا کے سامنے جمہوریت کا جو تصور پیش کیا تھا بہ ظاہر اس کا مقصد ایک ایسی مثالی حکومت قائم کرنا تھا جس میں:

(۱) انصاف کا بول بالا ہو۔ وقفوں وقفوں کے انتخابات ہوں۔

(۲) قوم کے ذی شعور طبقہ کو اپنے نمائندے منتخب کرنے کا اختیار ہو۔

(۳) انتخابات آزادانہ صحیح اور جائز طریقوں پر کرانے کی ضمانت موجود ہو۔

(۴) کسی بے ایمانی، بددیانتی۔ یادھاندلی کی بنا پر یا جعلسازی سے انتخابات کے غلط نتائج مرتب نہ ہوں۔
(۵) ملک کی فضا ناجائز گرفتاریوں، سزایابیوں اور دھمکیوں سے مکدر نہ ہو۔
(۶) حزبِ اقتدار کا وجود تسلیم ہو اور اسکا احترام ہو۔
(۷) اخبارات اور عدلیہ آزاد ہو اور نوکر شاہی بے لگام نہ ہو۔
(۸) تمام افراد معاشرہ کی اقتصادی فلاح و بہبود مقصود ہو۔
مگر (ماضی وحال) میں دنیا میں ایسی جمہوریت کا کہیں نام و نشان نہیں ملتا۔ بلکہ جہاں جمہوریت ہے وہاں مطلق العنانی اور فتنہ و فساد کا دور دورہ ہے۔

عوامی حکومت:

ہم اس وقت جس دور سے گذر رہے ہیں وہ عوامی جمہوریت کا دور ہے۔ جسے دیگر تمام نظام ہائے حکومت پر فوقیت دی جاتی ہے۔ یہ نظامِ حکومت، دانایانِ فرنگ نے خدائی نظامِ حکومت کے مقابلہ میں رائج کیا۔ اس کا مقصد وحید خدائی احکامات سے ہٹ کر عوام کی مرضی و منشاء خواہش و آرزو کے مطابق ملک کا نظم و نسق چلانا ہے۔ بالفاظ دیگر خدائی احکامات و ممنوعات کی علانیہ مخالفت کرنا ہے۔ خدائی قانون کے مقابلہ میں جمہوری آئین نافذ کرنا ہے جو انسانوں کا بنایا ہوا ہے۔ جس میں حسبِ ضرورت وقتاً فوقتاً ترمیم و تنسیخ ہوتی رہتی ہے۔ اور اُس کے ذریعے خدا کے بجائے عوام کی حکمرانی چلتی ہے۔ یعنی ایک بے خدا معاشرہ وجود میں آتا ہے۔

جمہوری آئین ہمیشہ عوام کے منتخب نمائندے بناتے ہیں جو زیادہ ~~تر~~ ان پڑھ اور جاہل ہوتے ہیں۔ ملک کے دانشور، قانون دان اور صنعت کار طبقہ کو اس میں کوئی مؤثر نمائندگی حاصل نہیں ہوتی اور جن کو اس میں عمل دخل حاصل ہوتا ہے۔ وہ بالعموم عوام کی خواہشات اور اپنے مفادات کے مطابق آئین سازی کرتے ہیں۔
عوامی جمہوریت چونکہ عوامی اکثریت کی بناء پر معرضِ وجود میں آتی ہے۔ اس لئے وہ فتنہ و فساد کا موجب بنتی رہتی ہے۔ کیونکہ عوام یا ان کے نمائندوں کی رائے صحیح نہیں ہوتی قرآن کریم نے عوام کو "کالانعام بل هم اضل" قرار دیا ہے کہ مثل چوپایوں کے ہیں۔ بلکہ ان سے بھی بدتر
دوسری جگہ ان کے متعلق یوں ارشاد ربانی ہے۔
دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر تو ان کا کہنا مانے گا تو وہ تجھ کو اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں گے کیونکہ وہ سب اپنے خیال پر چلتے ہیں اور بالکل قیاس دوڑاتے ہیں۔ (الانعام ۸/۱۴)
اس آیت کریمہ کی رو سے رائے عامہ کبھی صحیح ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ عوام کی اکثریت ناخواندہ ہوتی ہے۔ اور وہ دانش و بصیرت رکھنے والوں کی بجائے، انگوٹھا لگانے والوں کو ہی اپنا نمائندہ منتخب کر کے قانون ساز اسمبلی یا اداروں میں بھیجتی ہے اور اربابِ اقتدار بھی ایسے ہی نمائندوں کو پسند کرتے ہیں جو ان کی

درد سری کا باعث نہ بنیں۔ اور آنکھیں بند کر کے ان کی ہاں میں ہاں ملاتے چلے جائیں۔ یا خاموشی سے ان کے اشارہ چشم و ابرو پر چلتے اور اس کا معاوضہ وصول کرتے ہیں۔ اسی لئے عظیم سازشی منصوبہ میں یہودیوں کے راہنماؤں نے اس حقیقت سے یوں پردہ اٹھایا ہے کہ:

عوام الناس اندھے۔ بے شعور۔ کم عقل اور بے سمجھ ہوتے ہیں جو ہر ایک کی مرضی پر ناچ سکتے ہیں۔ دراصل وہ کسی بھی طاقت کے غلام اور اس کے رحم و کرم پر ہوتے ہیں۔ (۵،۳۱)

حکومت اسے من مانے طریقوں اور مختلف ناموں سے نچاتی رہتی ہے۔ اور خود مفاد اٹھاتی رہتی ہے۔ برطانوی وزیراعظم مسٹر چرچل سے کسی نے پوچھا کہ آپ آئے دن اپنی حکومت کا لیبل کیوں بدلتے رہتے ہیں؟ کبھی یہ امپیریل گورنمنٹ بن جاتی ہے۔ کبھی کامن ویلتھ اور کبھی یونائیٹڈ کنگڈم، مسٹر چرچل ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ ہم ایک تاجر قوم ہیں جو لیبل لگا لیتے ہیں۔ یہی حال دور جدید کے آمروں کا ہے وہ اپنی شخصی حکومتوں پر عوامی جمہوریت کا غلاف چڑھا لیتے ہیں اور اس کی آڑ میں جبر و تشدد کا بازار گرم رکھتے ہیں۔ اور دل کھول کر من مانی کرتے ہیں جس پر مارشل سٹالن اور ذوالفقار علی بھٹو اور اب بھٹو کی بیٹی بے نظیر بھٹو کی حکومت شاہد عدل ہے۔ جمہوری نظام سراسر ظلم ہے۔ بدامنی، رشوت، ڈکیتی، قتل و غارت، مہنگائی، بے حیائی اور بدمعاشی کے فروغ کا ذریعہ ہے۔

عیسائی دنیا نے اقتدار کے تحفظ کے لئے لڑاؤ اور حکومت کرو کا فارمولا پیش کیا تھا مگر یہودیوں نے لڑانے کا یہ طریقہ اپنے عالمگیر منصوبہ میں تحریر کیا کہ:

"لوگوں کو کچھ دنوں کے لئے سلیف گورنمنٹ سونپ دیجئے۔ یہی عرصہ ان لوگوں کو غیر منظم گروہ میں تبدیل کرنے کے لئے کافی ہوگا۔ اس کے بعد وہ اختلاف اور انتشار کا شکار ہو جائیں گے۔ اس اختلاف و انتشار اور خانہ جنگی میں جو مملکت چلے گی اس کی اہمیت نہ ہوگی"۔

اسی لئے عوامی انتخابات جہاں بھی ہوئے وہیں انہوں نے افتراق و انتشار کا بیج بویا اور ملک و قوم میں اتفاق و اتحاد کی فضاء قائم نہ ہونے دی۔ تاکہ وہ اس خلفشار کی فضا میں من مانی کر سکیں۔ جمہوری نظام میں چونکہ خدا کی خوشنودی کی بجائے عوام کی خوشنودی مطلوب ہوتی ہے۔ اس لئے ہر آمر اور ہر جابر اپنے اقتدار کے تحفظ کے لئے عوام کی نفسانی خواہشات اور غیر اخلاقی تقاضے پورا کرنا اپنا فرضِ اولین سمجھتا ہے، عوام کی ناجائز خواہشات کی تکمیل پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اور یہی جمہوریت ہے۔

مشرق ہو یا مغرب وہاں کی عوامی جمہوریتوں میں عوام کے تقاضوں پر انہیں ہر قسم کی جنسی آزادی بخشی گئی۔ اور بے حیائی و گمراہی کی ترویج کے لئے ان کو قانونی تحفظ مہیا کیا گیا۔ اور اس خوبی سے شرم و حیا اور اخلاقی اقدار کے جنازے اٹھائے گئے کہ انسانیت سر پیٹ کر رہ گئی۔ جس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

(۱) ڈنمارک کی پارلیمنٹ میں بھائیوں کو بہنوں کے ساتھ اور لڑکوں کو لڑکوں کے ساتھ شادی کرنے کی اجازت

دینے کا بل پیش ہوا۔

(۲) بعض چرچوں میں مردوں کا مردوں کے ساتھ باقاعدہ نکاح پڑھایا جاتا ہے۔

(۳) بعض مغربی ممالک میں خلافِ وضع فطری یعنی ہم جنسی کی قانوناً اجازت دے دی گئی ہے بشرطیکہ وہ ۲۱ سال کی عمر کے ہوں۔

(۴) جن ممالک میں ۲۱ سال سے کم عمر والوں کو قانوناً ہم جنسی کا حق حاصل نہیں وہ اس حق کے لئے ایجی ٹیشن کر رہے ہیں۔

(۵) عوامی تقاضوں کے تحت بعض ممالک میں اسقاط حمل کی قانوناً اجازت دے کر ہر خاص و عام پر زنا کاری کا دروازہ کھول دیا گیا ہے۔

(۶) بعض ممالک میں اسقاط حمل کی بجائے مانع حمل گولیوں کا استعمال عام ہو رہا ہے۔

(۷) امریکہ میں ہر چوبیس منٹ میں ایک قتل، ہر سات منٹ میں آبروریزی اور ہر دس سیکنڈ میں نقب زنی کا ریکارڈ قائم ہو گیا ہے۔

(۸) جنسی تلذذ کی دلدل میں اضافہ کے لئے عریاں جریدوں اور برہنہ تصویروں کے ساتھ ساتھ اب ٹی وی، وی سی آر سے کام لیا جا رہا ہے۔

(۹) جنسی خرابیوں کو اب مغرب اور امریکہ میں بنیادی حقوق کا درجہ دیا جا رہا ہے۔ جس کے نتیجہ میں وہاں نوجوان جوڑے ریلوے اسٹیشن، پلیٹ فارم، پارک اور سینما کے اندر اور باہر حیا باختہ اور اخلاق سوز حرکات میں مشغول نظر آتے ہیں اور بڑے بوڑھے اور بڑی بوڑھیاں آنکھیں چرا کر اس طرح نکل جاتے ہیں۔ جیسے کچھ دیکھا ہی نہیں۔

(۱۰) اس بے راہ روی کی وہاں کے سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں بھی کمی نہیں جس کی وجہ سے معاشرہ میں زنا میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ اور کنوارہ پن ایک خواب بن کر رہ گیا ہے۔

(۱۱) رہی سہی کسر مخلوط تعلیم یا ان سکولوں کے قیام سے نکل رہی ہے جن میں باقاعدہ جنسی تعلیم دی جاتی ہے۔

(۱۲) غضب یہ ہے کہ جو برائی معاشرہ میں جڑ پکڑ جائے تو اسے بطور رواج تسلیم کر لیا جاتا ہے اور عوامی مطالبوں اور تقاضوں کے تحت اسے قانونی تحفظ مہیا کیا جاتا ہے۔ یہ وباء آہستہ آہستہ اب مشرقی ممالک میں بھی میڈیا کے ذریعہ پھیلائی جا رہی ہے۔ خدا، رسول اور اسلام کے خلاف باقاعدہ محاذ بنا کر ان موضوعات پر سرعام تنقید ہو رہی ہے۔ مسلمانوں کو بتدریج یہ تنقید برداشت کرنے کا خوگر بنایا جا رہا ہے۔ عوام کو جنسی تقاضوں اور بنیادی حقوق سے محرومی کا احساس دلا کر اسلام سے برگشتہ کیا جا رہا ہے۔ مغرب تو اس معاملہ میں پیش پیش تھا ہی مگر وائے ناکامی کہ اب اسلامی جمہوریہ پاکستان میں بھی یہ سب مذکورہ خرابیاں، حکومتی سطح پر پھیلائی جا رہی ہیں۔

افسوس کہ اس کافرانہ جمہوری پاکستانی نظام میں یہ آواز بھی اٹھائی گئی ہے کہ:-

ہاتھ کاٹنے اور سنگسار کرنے کی سزا ظالمانہ ہے۔ (نوائے وقت ۷ ۲ دسمبر ۱۹۸۶ء)

عوامی جمہوریت اور اس کے تقاضے اس بات کے شاہد عدل ہیں کہ یہ اللہ کی حاکمیت کے خلاف ابلیس کا ایک متحدہ محاذ ہے۔ اور اسلام کی اخلاق آموز اور بصیرت افروز حدود و قیود دورِ حاضر کی نام نہاد مہذب دنیا کو پسند نہیں۔

برٹنڈرسل نے لکھا ہے کہ "جمہوریت کا مقصد اقتدار کے بے جا استعمال کو روکنا تھا لیکن یہ ہمیشہ کسی بازاری لیڈر یا شورش انگیز مقرر کا شکار ہو کر خود اپنے نصب العین کو شکست دے رہی ہے۔" جب تک نظام اسلام نافذ نہیں ہوگا۔ اسکے مطابق عمل نہیں کیا جائے گا۔ اللہ کی حاکمیت نہیں ہو گی۔ انسان کو سکون نہیں ملے گا۔ جمہوری نظام دنیاء اسلام کو جہنم میں دھکیل رہا ہے اور آخر دھکیل کر لے جائے گا۔

حضرت علامہ اقبال نے بھی جمہوریت کا مرثیہ لکھا ہے۔

ہے وہی طرز کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر

علامہ نے تو ایک مقام پر جمہوریت کے دلدادگان کو جمہور کے ابلیس کہا ہے اور شیطان کی زبان سے یوں کہلوایا ہے۔

جمہور کے ابلیس ہیں ارباب سیاست
باقی نہیں اب میری ضرورت تہِ افلاک

افلاطون کی ری پبلک سے لیکر موجودہ دور تک دنیا کا کوئی ملک بھی جمہوریت قائم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ اسلئے کہ یہ خلافِ فطرت نظام ہے جہاں کہیں یہ جمہوریت قائم ہے۔ انسان اپنا قلبی اور ذہنی سکون کھو بیٹھا ہے۔ جب سے ہم نے اسے اپنانے کی کوشش کی ہے۔ ہم پر بھی بیم ورجاء کی کیفیت طاری ہے۔ آج جس بے یقینی، بے چینی کے لق ودق صحرا میں ہم پریشان گھوم رہے ہیں اس سے ہر پاکستانی (سوائے ارکان اسمبلی) بخوبی واقف ہے۔ ووٹرز حضرات (عوام کالانعام) کو ایسی مایوسیوں اور مصیبتوں کا سامنا ہے کہ الامان والحفیظ

اسلامی نظام حکومت اور جمہوری طرز حکومت میں بنیادی فرق یہ ہے کہ جمہوریت میں اقتدار اور حاکمیت انسانوں کو حاصل ہے۔ لیکن اس کے برعکس اسلام میں یہ حق اللہ کے سوا اور کسی کو حاصل نہیں۔

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آذری

نظام میں اطاعت کا مطالبہ صرف اللہ کے لئے ہوتا ہے نہ کہ کسی مستبد حکمراں کے لئے۔ اسلامی ضابطہ قانون وہ ابدی اور اٹل حقیقت ہے جسے دنیا کی بڑی سے بڑی اکثریت بلکہ دنیا کے سارے انسان مل کر بھی تبدیل نہیں کر سکتے۔

دوسرے لفظوں میں نظام اسلام میں قانون وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہے۔ اور اسکے برعکس جمہوریت میں قانون وہ ہے جسے عوام چاہتے ہیں۔

اسلام میں مسلمان حاکم کبھی آمر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اسے قرانی احکام کے مطابق زندگی گذارنا پڑتی ہے۔ جہاں آمریت کا تصور بھی نہیں۔ اسلامی نظام میں ہر مسلمان کو اپنے حاکم کے احتساب کا حق حاصل ہے۔ وہ خلاف شریعت ہر عمل پر حکمراں کو برسرعام ٹوک سکتا ہے لیکن جمہوریت کے دیو کے سامنے ساری قوم بے بس ہو کر رہ جاتی ہے۔ عقل سر پٹختی ہے اور صداقت منہ چھپا لیتی ہے۔

دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری

دراصل جمہوریت ایک صاف دھوکہ، مکر، فریب۔ بدمعاشی اور بے حیائی ہے۔ آمریت کا دوسرا نام جمہوریت ہے۔ شہنشاہ کی جگہ وزیراعظم لے لیتا ہے اور پھر وہ قوم کو نام نہاد جمہوریت کی رتھ کے پہیوں میں کچل کر رکھ دیتا ہے، اور یہ سب کچھ ہمارے پاکستان میں ہو رہا ہے۔ دنیا کے حالات و واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ جمہوریت ایک بدترین اور ناکام نظام حکومت ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اس نظام نے دنیا کا امن تباہ و برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ اب پاکستان بھی جمہوری نظام کی تباہ کاریوں کی زد میں ہے۔ اللہ میرے وطن کو محفوظ رکھے اور جمہوریت سے نجات دے کر اس پر اسلام کا سایہٗ رحمت و سلامتی قائم کر دے (آمین)

مسجد احرار، ربوہ کا نیا فون نمبر

(04524) 211523 ~~886~~